مقالات

حضرت مولانا سید محمد اکرم، شیخ الحدیث
جامعہ رحمانیہ اہلحدیث گوجرانوالہ

اسلام کا سیاسی نظام

اسلام کا سیاسی نظام نہایت اہم موضوعات میں سے ایک موضوع ہے، جس میں اسلامی حکومت اور اس کے فرائض کے متعلق گفتگو ہو گی، نیز یہ ذکر ہو گا کہ اسلامی مملکت کن طریقوں سے ایک کامیاب فلاحی مملکت بن سکتی ہے؟ ——— سلطنت کے سربراہ کا تعلق اپنی رعایا سے کیسا ہونا چاہیے اور سربراہِ مملکت کن طریقوں سے حکمرانی کرے گا تو کامیاب ہوگا اور یہ حکومت اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے گی؟

اسلام میں سیاست کا تصور؟

عموماً جب ہماری زبان پر سیاست کا لفظ آتا ہے تو بداھتاً دلوں میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ سیاست بے راہروی، ہلڑ بازی، آزادگی، ایک دوسرے پر الزام تراشی اور بے اصولی کا دوسرا نام ہے۔ یہ اس لیے کہ ہمارے ہاں کی سیاست انہی چیزوں سے مرکب ہے ——— آج دین کو علمائے کرام کے ساتھ مساجد میں محصور کر دیا گیا ہے اور سیاست ان لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے، جن کا مقصد سیاست کے نام پر دنیاوی جاہ و مال حاصل کرنا ہے، ورنہ اسلامی مملکت میں سلطنت کا سربراہ وہی ہوتا ہے جو مصلّے کا امام ہوتا ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی طریق و عمل تھا ——— الاستیعاب ج ۳ ص ۹۷۰ پر ہے:

"عن عبد اللہ بن مسعودؓ، قال کان رجوع الانصار یوم سقیفہ بنی ساعدہ بکلام قالہ عمر بن الخطاب انشدکم اللہ ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اٰ ابا بکر ان یصلی بالناس؟ قالوا، اللّٰھم نعم قال فایکم تطیب نفسہ ان تزیلہ عن مقام اقامہ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقالوا کلنا لا تطیب نفسہ ونستغفر اللہ۔"

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، انصار کا سقیفہ بنو ساعدہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کی طرف توجہ کا سبب حضرت عمرؓ بن الخطاب کا یہ کلام بنا کہ انہوں نے لوگوں سے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"؟ انہوں نے کہا "واللہ، ہاں (ایسا ہی ہوا تھا)"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، "تب تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ انہیں اس مقام سے ہٹائے جس پر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا تھا؟" اس پر وہ بولے: "ہم میں سے کوئی بھی یہ پسند نہیں کرے گا، ہم تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں (کہ انہیں اس مقام سے ہٹائیں)"

حضرت علیؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعتِ خلافت کے لیے اسی چیز کو بنیاد بنایا تھا:

عن قیس بن عبادۃ قال قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول مروا ابا بکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابا بکر"

(الاستیعاب ج ۳ ص ۹۷۱)

"حضرت قیس بن عبادہؓ کہتے ہیں، مجھ سے علیؓ بن ابی طالب نے کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ راتیں اور دن بیمار رہے۔ جب اذان کہی جاتی تو آپؐ فرماتے، ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب آپؐ انتقال فرما گئے

تو میں نے سوچا، نماز تو اسلام کا نشان اور دین کے قیام کا ذریعہ ہے، چنانچہ ہم نے اپنی دنیا کے لیے بھی اسی پر رضامندی اختیار کی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا (یعنی جب ہماری نماز کے لیے اللہ کے رسولؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو منتخب فرمایا ہے، تو پھر ہمیں اپنا سربراہِ مملکت بھی انہی کو بنانا چاہیے) یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل معلوم ہو گیا کہ ان کا سیاسی سربراہ وہی ہوتا تھا جو ان کا دینی سربراہ ہوتا تھا۔ بالفاظِ دیگر ان کے ہاں دین اور سیاست دو الگ الگ چیزیں نہیں تھیں، بلکہ ان کی سیاست دینِ اسلام کے اصولوں کے تابع تھی۔

لیکن جب مسلمان اپنے دین سے بے پرواہ ہوئے اور انہوں نے غیر مسلم اقوام کے دامن میں علمی پناہ حاصل کرنا چاہی تو دیگر معاملات کے علاوہ سیاست میں بھی غیروں کی نقالی کو اپنا شعار بنایا ——— یہ خیال ہی نہ کیا کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا الگ وجود، ہماری الگ ملت اور اپنا معاشرہ ہے۔ ہماری شریعت جس طرح دیگر تمام معاملات میں ہماری راہنما ہے، اسی طرح ہمارے پاس دنیا میں سیاست کرنے کے لیے بھی سنہری اصول ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دین اور سیاست کو دو الگ الگ چیزیں سمجھ لیا گیا اور تصور یہ بنا کہ کسی بھی ملک میں سیاست کرنے کے لیے ایک مخصوص گروہ چاہیے جس کی تربیت غیر اسلامی اصولوں کے مطابق ہوئی ہو۔ چنانچہ سیاست ایسے لوگوں کے ہاتھ آئی جنہوں نے حصولِ اقتدار کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کر کے سیاست میں آوارگی پیدا کی۔ ان لوگوں نے نہ صرف اسلامی اقدار کو بُری طرح پامال کیا، بلکہ دین دار طبقہ کے لیے حالات ایسے ناسازگار بنا دیے کہ وہ خود ہی ملکی سیاست سے بیزار ہو کر الگ تھلگ ہو گیا ——— ستم یہ کہ جو ممالک ان گنت قربانیاں دے کر اسلامی سیاست کے لیے حاصل کیے گئے تھے، ان میں بھی غیر اسلامی سیاست کو اپنایا گیا۔ چنانچہ شرافت کی جگہ بدمعاشی اور امن کی جگہ تخریب کاری نے لے لی ——— سیاست کا لفظ ہی بدنام ہو گیا!

آج یہی صورتِ حال ہم اپنے ملک میں دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے سیاستدانوں کو نہ ملک و ملت کی سلامتی سے کچھ غرض ہے اور نہ عوام الناس کی مشکلات سے کوئی سروکار ———

انہیں تو بس اپنا اقتدار عزیز ہے، خواہ اس کے لیے انہیں ذلیل ترین ہتھکنڈے ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔ ہم نے اسی غرض سے اسلامی سیاست کے موضوع پر گفتگو کرنا چاہی ہے ــــــ لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ!

ہم پہلے سیاست کے معنی و مفہوم کو واضح کریں گے، اس کے بعد اس کے متعلقات پر بحث ہو گی ــــــ ان شاء اللہ!

سیاست کی تعریف اور اس کا مفہوم

قرآنِ حکیم میں تو لفظِ سیاست مذکور نہیں، البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک حدیث بیان فرمائی ہے، جس میں اس لفظ کا اشتقاق ذکر ہوا ہے:

"عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبیّ و انّہ لا نبیّ بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تأمرنا یا رسول اللہ؟ قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقھم فانّ اللہ سائلھم عما استرعاھم"

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل کی سیاست انبیاءؑ کرتے تھے۔ جب کوئی نبی انتقال کر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا ــــــ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خلفاء کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا، تب آپؐ ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا، پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو، پس پہلے کی! انہیں ان کا حق دو کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے متعلق سوال کرے گا۔"

اس فرمانِ نبوی سے معلوم ہوا کہ سیاست کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ جس کا جی چاہے اس میدان میں کود پڑے۔ ہاں یہ اعلیٰ ترین ذمہ دارانہ منصب ہے، جس کے فرائض گزشتہ اقوام میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی مقدس ترین ہستیاں انجام دیتی رہیں۔ امام ابنِ حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں (ترجمہ)

"جب ان میں خرابی ظاہر ہوتی تو اللہ رب العزت ان میں کسی نبی کو مبعوث

فرما دیتے، جو ان کے معاملہ کو درست کرتا۔ اور تورات کے احکام میں جو رد و بدل انہوں نے کیا ہوتا اس کی اصلاح کر دیتا۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ رعیت کے لیے ایک ایسا راعی (حکمران) ہونا چاہیے جو کہ رعیت کے معاملات کو قائم رکھے، حکومت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے اور ظالم سے مظلوم کی دادرسی کرے۔" (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۷)

امام محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں:

"لا سیاسۃ الا ما وافق الشرع" (السیاسۃ الشرعیۃ ص ۱۳)

"سیاست اسی کو مانا جائے گا جو شرعی اصولوں کے موافق ہو گی۔"

امام ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:

"السیاسۃ ما کان فعلاً یکون معہ الناس اقرب الی الصلاح وابعد عن الفساد وان لم یضعہ الرسول ولا نزل بہ وحی" (السیاسۃ الشرعیۃ ص ۱۳)

"سیاستہ ایسے فعل کا نام ہے جس کے ذریعہ لوگ اصلاح کے قریب اور فساد سے دور ہوں، اگرچہ یہ کام وحی کی راہنمائی سے نہ ہو (عقل ہی اس کی اچھائی کا تقاضا کرے)۔"

لغت میں سیاست کی تعریف:

صاحب "المنجد" مشہور مسیحی متعصب لغت دان ہے، وہ لفظِ سیاست کی تعریف یوں کرتا ہے:

"استصلاح الخلق بارشادھم الی الطریق المنجی فی العاجل او الآجل"

"سیاست یہ ہے کہ مخلوق کی اصلاح کی جائے، ایسے طریق سے جو کہ دنیا و آخرت میں نجات سے ہمکنار کرنے والا ہو۔"

جبکہ "سیاستِ مدینہ" کے بارے میں وہ لکھتا ہے:

"سیاستِ مدینہ (شہری سیاست) یہ ہے کہ عدل و انصاف سے لوگوں کے معاش کی تدبیر کی جائے!"

"تدابیر المعاش مع العموم علیٰ سنن العدل والاستقامۃ"

(المنجد ص ۳۶۲)

مختصراً سیاست کی تعریف میں جو قدرِ مشترک تمام اہلِ علم کے درمیان پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ سیاست میں مذہبی اور ملکی معاملات کو احسن اسلوب سے چلایا جائے، ظالم سے مظلوم کا حق دلایا جائے ——— مخلوقِ خدا کی راہنمائی ایسے اصولوں پر کی جائے جن سے لوگوں کی اصلاح ہو۔

سیاستِ اسلامیہ کا بہترین سیاستدان :

اسلامی مملکت کے عظیم سیاستدان حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے سیاسی اصول آپؓ کے اس خطبہ سے معلوم ہوتے ہیں، جسے آپؓ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد ارشاد فرمایا ——— آپؓ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: (ترجمہ)

"لوگو! میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیکی کروں تو مجھ سے تعاون کرو ورنہ مجھے سیدھا کر دو سچائی امانت ہے اور تم میں جو کمزور ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، جب تک میں اس کا حق اس پر نہ لوٹا دوں، اگر اللہ نے چاہا ——— جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے، اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے جس قوم میں برائی پھیل جاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ مصائب کو عام کر دیتا ہے ——— جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں، تم میری اطاعت کرو، اور اگر نافرمانی کروں تو نہ مانو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے"

(سیرت ابنِ ہشام ج ۴ ص ۳۱۱)

ہمارے ملکی سیاستدان اس خطبہ کو غور سے پڑھیں، جس میں مذہبی اور ملکی اصولوں کو کیسے بہترین انداز میں مختصر طور پر بیان کر دیا گیا ہے ——— اس کے برعکس وہ اپنا جائزہ لیں کہ جب میدانِ سیاست میں اترتے ہیں تو ان کے پاس کل سیاسی اثاثہ صرف وہی ہوتا ہے جو ملحد اور بے دین سیاستدانوں کا فراہم کردہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سیاست کا انجام سوائے تخریب کاری، تشدد، ظلم و ستم اور فساد فی الارض کے کچھ نہیں نکلتا۔ تقریباً نصف صدی سے پاکستانی عوام اسی ملحدانہ سیاست کا شکار ہیں، لیکن انہیں مڑ کر پیچھے دیکھنے کا ہوش نہیں ——— انہیں اغیار کی گدائی کے خیراتی ٹکڑے

تو عزیز ہیں، اپنی گودڑی میں چھپے ہوئے لعل و گہر کی خبر نہیں!

اسلامی نظامِ سیاست میں حاکمِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے

اسلام نے حاکمیت کا جو تصور دیا ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے بڑا حاکم اور بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جس کو چاہے حکومت عطا فرمائے اور جس سے چاہے چھین لے —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

(آلِ عمران: ۲۶)

"کہہ دیجیے، اے اللہ، بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہی بخش دے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ تو جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

۲۔ "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ط قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ"۔

(البقرۃ: ۲۴۷)

"اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے؟ بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔ (نبی نے) کہا کہ اللہ نے اسے تم پر فضیلت دی ہے اور بادشاہی کے لیے منتخب فرمایا ہے اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی (بڑا عطا فرمایا ہے)

اور اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے، وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے"

۳۔ "تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

(الملک: ۱)

"وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

۴۔ "قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ"

(الاعراف: ۱۲۹)

"وہ بولے کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہمیں اذیتیں پہنچتی رہیں اور آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"

اور ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"ان الدنیا حلوۃ خضرۃ و ان اللہ مستخلفکم فیہا فینظر کیف تعملون واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء"

(مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

"دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے، وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اس میں کیسے عمل کرتے ہو؟ اور عورتوں سے بچو، بے شک بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی میں تھا"

کتاب و سنت کے ان دلائل سے واضح ہوا کہ بادشاہت دراصل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس کو چاہے زمین میں اپنا نمائندہ مقرر کر دے تاکہ وہ تعمیلِ حکم کرے۔ اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اسلام کی بنیادی تعلیم پر اگر دور رس نظر دوڑائیے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ وہ ایک ایسا مذہب نہیں ہے جو صرف چند روحانی اور اخلاقی عبادات کی تعلیم دے کر کسی شخص یا جماعت کو مرتاض اور زاہدِ شب زندہ دار بنا دینا چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایک ایسے انقلاب کا داعی ہے جو عبادات و اخلاق کی برتری کے ساتھ ساتھ نظامِ اجتماعی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اور اسی لیے اس نے حکومت، سیاست معیشت غرض زندگی کے ہر شعبہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب سوسائٹی اور سماج کے بنائے ہوئے چند قوانین کا نام نہیں جو ہمیشہ بدلتے رہیں بلکہ وہ ایسے چند بنیادی اصولوں کے مجموعہ کا نام ہے، جو خالقِ کائنات کے فرمودہ ہیں اور جن میں تبدیلی کا مطلق امکان نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحیدِ خالص کا اقرار، رسالت، کتبِ سماوی، ملائکہ، آخرت، حشر و نشر اور جزا و سزا پر اس کے بتائے ہوئے نظریہ کے مطابق ایمان و اعتقاد۔

اسی طرح وہ حکومت کے متعلق اعلان کرتا ہے کہ کائناتِ انسانی میں کسی انسان یا انسانی جماعت کو براہِ راست یہ منصب حاصل نہیں کہ وہ حاکمیت کا دعویٰ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس طرح خالقِ کائنات ہے اسی طرح حاکمِ کائنات بھی ہے اور حکومت بلا شرکتِ غیرے صرف اسی کے لیے ہے۔ "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ"

البتہ نمائندگی کے منصب کے پیشِ نظر اس کو اور اہلِ حل و عقد کو منصوص بنیادی قوانین کے ماتحت حالات و حوادث کی مناسبت سے استنباط و اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ قانون کی وضع نہیں ہے، بلکہ اصول پر جزئیات و واقعات کا انطباق ہے۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۱۰)

جاری ہے؟